رہایشی ہوں تو ان کے پاس آنا جانا اور ملنا جلنا بھی برائے نام ہی ہوتا ہے۔

اس کی وجہ اور کیا ہے کہ ہماری نظروں میں زندگی کی سب سے بڑی قدر دھن دولت، کار، کوٹھی اور بنک بیلنس ہے۔ یہ مادی اشیا یقیناً زندگی میں اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے جائز حصول میں کوئی عیب نہیں ہے۔ لیکن اس سے زیادہ بُری بات اور کیا ہوگی کہ دولت اور مادی اشیا کے سامنے ہم انسانی اور اخلاقی اوصاف اور خوبیوں کو کم تر اور بے وقعت سمجھنے لگیں۔

ہم بھول جاتے ہیں کہ دولت باوجود اپنی طاقت اور اہمیت کے، عمر اور جوانی کی طرح ڈھلتی چھاؤں ہے۔ ہم نے کتنے دولت مندوں کو قلّاش ہوتے اور کتنے قلّاشوں کو دولت مند ہوتے دیکھا ہے۔ روپیہ پیسہ تو گردش کرنے والی چیز ہے۔ ایسی عارضی اور پُرفریب حقیقت پر جان دینا، اسی کو سب کچھ سمجھ لینا، اچھائی اور برائی کا اسی کو پیمانہ بنالینا، کوتاہ نظری اور سطحی سوچ کا شاخسانہ ہے۔

آج معاشرے میں بدعنوانی کی شرح اس درجہ کیوں بڑھ گئی ہے کہ کوئی محکمہ، کوئی شعبہ اور کوئی کاروبار اس بدعنوانی کے ناسور سے محفوظ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ زر پرستی کا نتیجہ ہے۔ روپیہ پیسہ لوگوں کا ایمان اس لیے بن گیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی کی ساری سہولتیں، عزّت، وقار، بچّوں کی تعلیم اور ان کا محفوظ مستقبل سب کچھ دولت ہی سے ممکن ہے۔ یہ یقین اس درجہ ہے کہ زندگی سے قناعت، صبر و استغنا اور سادگی و کفایت شعاری کی صفات غائب ہوگئی ہیں۔ اس کے برعکس دولت کی محبت نے جو بیماریاں ہمارے اندر پیدا کر دی ہیں، وہ ہیں: حرص و ہوس، لالچ، غرور، تکبر، غفلت، بے خوفی اور دیدہ دلیری۔ جس کا حتمی نتیجہ ہے احترام آدمیّت کا خاتمہ۔ جب آدمی کو دولت اور سماجی مرتبے سے تولا جائے گا تو احترامِ آدمیّت کا خاتمہ منطقی نتیجہ ہے۔

ول ڈیورانٹ نے لکھا ہے کہ: ''آدمی اور پست حیوان میں بہت کم فرق ہوتا ہے اور زیادہ تر لوگ اس فرق کو بھی مٹا دیتے ہیں''۔ یہ فرق اُس وقت مٹتا ہے جب آدمی اپنی جبلّتوں اور خواہشوں کا غلام ہوجائے اور دولت کو ان کی تکمیل کا ذریعہ بنالے۔ ہمارے معاشرے میں جب کسی شخص کے پاس دولت آتی ہے تو وہ ایک شان دار بنگلہ یا کوٹھی بناتا ہے، سالِ رواں کی مہنگی اور پُرتعیش کار خریدتا ہے، قیمتی اور مہنگے لباس پہننے لگتا ہے۔ بیوی، زیورات سے لدپھند جاتی ہے، ہیرے جواہرات کے نیکلس اور قیمتی انگوٹھیاں، غرض دولت ہے کہ ہر ہر چیز سے امارت چھلکی پڑتی ہے۔ دولت کا فقط یہی

استعمال رہ گیا ہے کہ اس کی نمایش سے محروم لوگوں کو ترسایا تڑپایا اور للچایا جائے۔ دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں میں آپ نمود و نمایش اور دکھاوے کا یہ انداز نہیں پائیں گے۔

اسلام نے اسراف اور فضول خرچی کرنے والوں کو 'شیطان کا بھائی' کہا ہے۔ جو دولت مند ہوتے ہیں، کم ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ رزق کی اس کشادگی کا فیض وہ اپنے غریب رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کو پہنچائیں۔ اس لیے کہ جو دولت محنت سے کمائی جاتی ہے، وہ محنت دولت کی محبت بھی دل میں پیدا کر دیتی ہے۔ اسے رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنے اور ضرورت مندوں کی امداد کرنے میں دل دُکھتا ہے اور یہ خیال روکتا ہے خرچ کرنے سے کہ اپنی محنت اور خون پسینے کی کمائی میں دوسروں پر کیوں لٹاؤں؟ دوسروں کا اس میں کیا حصّہ ہے جو میں اپنی کمائی میں سے ان کا حصّہ نکالوں۔ لہٰذا، دولت آتی ہے تو ساتھ اپنی محبت بھی لاتی ہے بلکہ دولت اکثر صورتوں میں جمع ہوتی ہی دولت کی محبت اور بخل سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ دولت مندوں اور کھاتے پیتے گھرانوں کے لوگ اگر غریب غربا کو دینے دلانے میں ذرا دریا دلی اور فیاضی دکھائیں تو معاشرے میں غربت و افلاس میں اضافہ کیوں ہو، لوگ فاقہ کشی پر مجبور کیوں ہوں، نان شبینہ سے محتاجی انھیں خودکشی اور ڈاکازنی پر مجبور کیوں کرے؟

آج کسی بھی متّمول علاقے میں چلے جایئے، جہاں وسیع و عریض کوٹھیاں اور بنگلے بنے ہیں۔ وہاں اکثر صورتوں میں آپ کو ویرانی اور سناٹے کا راج نظر آئے گا۔ اس لیے کہ بچّوں کی شادیاں ہوگئیں یا بہتر مستقبل کی تلاش میں وہ ملک سے باہر چلے گئے اور اب کوٹھی یا بنگلے میں دو میاں بیوی، چند ایک ملازمین کے ساتھ بڑھاپے اور بیماری کے دن کاٹ رہے ہیں۔ دولت اور اسراف نے کیا دیا؟ تنہائی اور ویرانی!

دولت یقیناً ایک نعمت ہے، اگر اس نعمت سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا جائے، اور یہ لعنت ہے اگر اسے نمود و نمایش، دکھاوے یا اسراف میں اڑایا جائے۔

رسائل و مسائل

فقہی اختلاف کی حقیقت

'اسلامی فقہ اکیڈمی مکّہ مکرمہ نے اپنے دسویں اجلاس منعقدہ ۲۴-۲۸صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۷-۲۰راکتوبر ۱۹۸۷ء میں ایک فیصلہ دیا تھا۔اس کی اہمیت کے پیشِ نظر پیش ہے۔(ادارہ)

''مجلس نے ان مشکلات اور تصورات کا مطالعہ کیا اور جائزہ لیا ہے، جو اختلافِ مذاہب کے سلسلے میں نوخیز ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ ان کی بنیاد اور مفہوم سے واقف نہیں ہوتے۔ یہ تصورات بعض گمراہ کن لوگ ان میں پھیلاتے ہیں۔مجلس سمجھتی ہے کہ جب اسلامی شریعت واحد ہوگی، اس کے اصول قرآنِ مجید اور سنتِ ثابتہ سے (یک جا صورت میں) اخذ کیے جائیں گے تو پھر مذاہب میں اختلاف کیوں پیدا ہوگا؟ پھر کیوں مذاہب متحد نہ ہوں گے کہ مسلمان احکامِ شریعت کے ایک فہم اور ایک مذہب کے ساتھ کھڑے ہوسکیں۔

اسی طرح مجلس نے مذہبی عصبیت اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات کا بھی جائزہ لیا ہے۔خصوصاً عہد حاضر میں بعض نئے زاویہ ہاے نظر کے پیروکاروں کا معاملہ کہ یہ لوگ جدید اجتہادی تصور کی طرف بلاتے ہیں اور قدیم اسلامی اَدوار سے لے کر اب تک اُمت کے قبول کردہ مستقل مذاہب پر طعن کرتے ہیں۔اس کے ائمہ کو تنقید کا نشانہ بناتے یا بعض کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور لوگوں کے درمیان نئے نئے فتنے کھڑے کرتے ہیں۔مجلس اس موضوع کی مناسبت سے جملہ اُمور اور گمراہی و فساد کی صورت میں نکلنے والے اس کے نتائج کا تجزیہ کرنے کے بعد دونوں گروہوں (گمراہی کے فتوے لگانے والوں اور عصبیت میں مبتلا کرنے والوں) کو درج ذیل بیان کے ذریعے تنبیہ کرتی اور توجہ دلاتی ہے:

مسلم ممالک میں مذاہب کے فکری اختلاف کی دو قسمیں ہیں:

● اعتقادی مذاہب میں اختلاف ● فقہی مذاہب میں اختلاف۔